فقہِ حنفی کا تدریجی ارتقاء اور اُس کی خصوصیات

Jurisprudence Hanfi Gradient Evolution and its Characteristics

*معاذ عزیز

**ڈاکٹر حافظ حفاظت اللہ

ABSTRACT

Fiqaha—i-Islami has been started in the 1st century (Hijri). A lot of work has been done over it until now. In the history of Islam, some schools of thoughts (Masalik) got reputation with the passage of time and the absence of research these (Masalik) became extinct. But some of these masalik, still exist. Imam Abu Abdullah Jafar Sadiq (765/148), Imam Abu Hanifa Nauman Bin Sabith (767/150) Imam-e-Malik Bin Anas (784/170), Imam—e-Shafie (819-203), Imam-e-Ahmad Bin Hamabal (855-241) and Imam Abu Sulaiman Daud Bin Ali Alzahiri (935/324) are some examples. The benefactor of Muslim Ummah is the follower of Hanafi School of Thought and possessed a vital position in this regard so, it becomes essential to consider the development i.e. the definition of Fiqah, topics. It is also important to discuss Fiqah during prophet (P.B.U.H) time, during the period of Sahabas ؓ and Tabieen ؒ. It is so essential to associate it (Fiqah) with the teachings and principles of Holy Quran. After it, to recognize those principles which are assigned to fiqah and which are proven from the Holy Book, from Sunnah, and from Ijmaah and Qiyas. Hence, to mention the well-known Sahabis, Disciplens, Muftis, and Interpreters of the three periods, is of equal importance. The founder of Hanafi school of thought "Imam-e-Aazam" and his thoughts.

Key words: Fiqaha—i-Islami, Imam Abu Hanifa, Imam-e-Malik Bin Anas, Ijmaah, Qiyas

فقہ لغت میں

العلم بالشی الفھم لہ[1]۔ ترجمہ: "فقہ لغت میں کسی شی پر علم اور اس کو سمجھنے کو کہتے ہیں"۔

"اصل میں فقہ " الفھم یقال أولی فلان فقھا فی الدین أی فھما فیہ[2]۔

ترجمہ: "اصل میں فقہ فہم کو کہتے ہیں مثلاً فلاں شخص فلاں سے فقہ فی الدین کے اعتبار سے معتبر ہے"۔

الفقہ ھو عبارۃ عن فھم غرض المتکلم من کلامہ[3] "فقہ متکلم کا اپنے کلام سے فہم غرض کا نام ہے"۔

الفقہ حقیقۃ الشق والفتح[4]۔ ترجمہ: "فقہ کے لغوی معنیٰ کسی شی کو کھولنا اور واضح کرنا ہے"۔

*پی ایچ ڈی سکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

**چیئرمین، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

فقہ کی اصطلاحی تعریف

العلم بالأحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية[5]۔

ترجمہ: ”فقہ احکامِ شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کی ادلہ مفصلہ سے حاصل ہو“۔

احکامِ فرعی وہ ہے جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور احکامِ اصلی وہ ہے جن کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے۔ احکام کی ادلہ مفصلہ چار ہیں (۱) قرآن پاک (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔

لفظ فقہ قرآن و آحادیث میں:

(۱) قال الله تعالیٰ ”فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين“[6]۔

ترجمہ: ”لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ اُن کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے) نکلا کرے تاکہ (جو لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں“۔

(۲) ”قالوا يا شعيب ما نفقه كثيراً مما تقول“[7]۔

ترجمہ: ”بولے: اے شعیب تمہاری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں“۔

(۳) ”فمال هؤلآء القوم لايكادون يفقهون حديثا“[8]۔

ترجمہ: ”اِن لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک تک نہیں آتے؟“۔

”من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين“[9]۔

ترجمہ: ”جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے تو اُس کو دین کی سمجھ عطاء کرتا ہے“۔

لفظ فقہ بمعنٰی الفہم المطلق قرآن کریم میں کئی جگہوں میں استعمال ہوا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعا: ”واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي“[10]۔

ترجمہ: ”اور میری زبان میں جو گروہ ہے اِسے دور کر دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں“۔

علم فقہ کا موضوع

هوافعال المكلفين منحيث الحلة والحرمةوالإباحة والفرض والوجوب والسنة والمستحب[11]۔

ترجمہ: ”مکلف آدمی کا فعل اور عمل جس سے یہ بحث کی جائے کہ یہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا نفل یا مستحب یا حلال ہے یا حرام“۔

فقہ اسلامی عہد نبوی ﷺ میں

فقہ کی تاریخی ناشت حضور ﷺ کی حیات ہی میں ہوئی۔ یہ زمانہ صحابہ کرامؓ کا زمانہ تھا۔ لوگوں کو نئے واقعات کی احکام معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ لوگوں کے اجتماعی مسائل اور ہر انسان کے حقوق واجبہ اور مصالح متجددہ معلوم کئے جاسکیں۔ مضار اور مفاسد سے بچے جائیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر پوچھا کہ محرم کیا پہنے گا؟ تو فرمایا قمیص نہیں پہنے گا، نہ عمامہ، نہ شلوار، نہ خوشبو لگائے گا اور اگر جوتے نہ ملتے ہوں تو موزہ پہنے اور ان کو کاٹے اوپر سے تاکہ وہ ٹخنوں سے نیچے تک ہو یا نیچے تک آجائے[12]۔

پہلا اساس: شریعت کا پہلا اساس قرآن ہے۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے محفوظ حالت میں لوگوں تک پہنچایا۔ انہوں نے لکھا اس میں آیات الاحکام دو سو سے زائد نہیں تھیں۔

دوسرا اساس: آیات قرآنیہ کی تشریح اور بیان جو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو بناتے رہے اگرچہ ان کی کتابت اس زمانے/وقت نہیں ہو سکی جس طرح قرآن کریم کی ہوئی[13]۔

قرآن کریم میں تشریع اسلامی کی بنیاد

قرآن لوگوں کے احوال کی اصلاح کے لئے نازل ہوا ہے۔ اس لئے اوامر و نواہی کا نزول ہوا ''یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث''[14]۔

پہلا اصول عدم الحرج: لغت میں تنگی کو کہتے ہیں[15]۔ چنانچہ شریعت اسلامی کے اس رفع الحرج پر زیادہ دلائل موجود ہیں[16]۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ویضع عنھم اصرھم والأغلال التی کانت علیھم''[17]۔

چنانچہ اس رفع حرج کو فقہاء نے ان اصول میں سے ایک اصل گردانا ہے۔ جن کا شارع نے اعتبار کیا ہے اور انہوں نے اس سے بہت سے احکامات کا استنباط کیا[18]۔

دوسری آیت ''ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج''[19]۔ اور تیسری آیت ''یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا''[20]۔ چوتھی آیت ''یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر''[21]۔

دوسرا اصول تقلیل التکالیف: جو عدم حرج کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ کثرۃ التکالیف میں حرج زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کریم کی یہ آیت اس پر دلالت کرتا ہے۔ ''یایھا الذین امنو لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم وان تسألوا عنھا الخ''[22]۔

تیسرا اصول تدریج فی التشریع: بعثت نبوی کے زمانے میں لوگوں میں سے کچھ بری عادات رائج تھی۔ چنانچہ شارع علیہ السلام نے لوگوں میں سے عادات نکالنے چاہے۔ چنانچہ اس وقت تدریجی اصلاح کی ضرورت ہوئی۔ رسول علیہ السلام سے کسی نے خمر اور میسر

کے بارے میں پوچھا اور دونوں ایسی عادتیں تھی جو لوگوں میں جڑ پکڑ چکی تھی تو قرآن کی زبان پر جواب دیا '' ویسألونک عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفوا ''۔۔۔الایہ[23]۔

اسی آیت میں صراحۃً اگرچہ منع تو نہیں کیا لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی اپنی قول اور کبھی اپنے فعل سے اور کبھی دونوں سے بیان فرمائے۔ جیسا کہ صلوا کما رأیتمونی أصلی[24]۔ یا حرمت خمر و میسر میں اللہ نے فرمایا '' واثمهما اکبر من نفعهما ''[25]۔ پھر فرمایا '' لاتقربوا الصلواۃ وانتم سکریٰ ''[26]۔ پھر فرمایا '' انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجسٌ من عمل الشیطن فاجتنبوه ''۔۔۔الایہ[27]۔ حضور ﷺ تشریع اسلامی کا سرچشمہ تھے کہ اصل اوّل قرآن ان پر نازل ہورہا تھا جو احکام کے لئے اصل اوّل کا درجہ رکھتا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ لوگوں کو پڑھ کر سناتے، لکھ کر دیتے۔ اس لئے احکام سب سے پہلے قرآن سے مباشرت کئے جاتے۔ اس لئے کہ یہ وحی جلی، معجز متواتر ہے اس لئے یہ شریعت میں اصل ٹھہرا۔ دوسرا سنت نبویہ ہے جو حقیقت میں بہت سے احکامات کے لئے جو مجمل، مطلق، عام یا مبہم کے لئے شرح و توضیح ہے۔ جن کو حضور ﷺ نے قول، فعل یا تقریر کے ذریعے بیان فرمایا[28]۔

رسول اللہ ﷺ کے استنباطات بھی سنت میں داخل ہیں۔ دوسرے لوگوں سے وہ زندگی کے زیادہ کاموں میں اصل شمار ہوتے تھے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ بیک وقت رسول، حاکم، داعی، مفتی، قاضی، معلم، مفسر، فقیہ اور دوسرے ذمہ داریوں کے حامل تھے[29]۔ یہی تعبیر علامہ ابی العباس القرافی کی بھی ہے[30]۔

پس ثابت ہوا کہ قرآن و سنت دونوں ایسے تشریعی اصول ہیں جو مثلاً زمین ہے جن کے بغیر ایک مؤمن کے لئے فقہ اسلامی کا فہم ممکن نہیں۔ جب تک ان کو رجوع نہ کیا ہو نہ کسی مجتہد یا عالم ان سے مستفیض ہو سکتا ہے[31]۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک وسیلہ اور سفیر تھے۔ وحی سے فتویٰ دیتے تھے جن میں اصالۃً احکامات خداوندی کی پیروی ہوتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہوتا تھا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔۔۔الایہ[32]۔

رسول اللہؐ کا فعل بھی احکامات کا جامع اور تمام ضروریات کی تکمیل ہوتی تھی۔ اس وجہ سے تشریح قولی یا تفصیل فعلی کی ضرورت پیش نہیں آتی تھیں۔ اسی طرح سب سے پہلے کتاب اللہ کی تعلیم، پھر کتاب اللہ کی تشریح اور پھر تزکیۃ النفس ہوتا تھا[33]۔

فقہ اسلامی عہد صحابہؓ میں

صحابہ کرامؓ جو بلاغت و فصاحت اور بیان میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ فصیح عربی بولنے میں ذکاوت اور ذہانت میں بے مثال تھے۔ حضور ﷺ کی محبت میں زندگی گزار چکے تھے۔ لہٰذا وہ نزول آیات ان کے اسباب و حکم و اسرار بہتر جانتے تھے وہ شریعت کے اوامر و نواہی کو

جانتے تھے۔ واجب و مندوب، حرام و مکروہ کے درمیان فرق کر سکتے تھے۔ اسی طرح عام، خاص، مطلق، مقید، منطوق و مفہوم وغیرہ کو بھی جانتے تھے[34]۔

رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے۔ مرتدین کے خلاف مہاجرین وانصار کو متحد کیا اور ایک لشکر جرار عراق اور شام کو بھیجا تاکہ دونوں فارسی اور رومی مملکتوں کے باغیوں کی سرکوبی کر کے دعوت اسلام کو پھیلائے۔ خلفائے راشدین کا ہر معاملہ مشاورت سے طے ہوتا تھا ان کا دستور اساسی فقہ ہی تھا۔ فقہ ان کی سیاست کا مدار اور ان کی زندگی کا روح تھا[35]۔

چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو جو بھی مسئلہ پیش آتا اسے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کرتے۔ اگر کتاب اللہ میں ملتا اسی پر فیصلہ کرتے اور نہ پاتے تو سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کرتے۔ اگر کوئی حکم معلوم ہو جاتا اس پر فیصلہ کرتے اور اگر سنت رسول اللہ ﷺ میں کوئی حکم نہ پاتے تو مسلمانوں سے پوچھتے کہ کیا تم نے نبی کریم ﷺ سے اس حکم کے بارے میں فیصلہ کرتے سنا ہے۔ اکثر کوئی نہ کوئی ثبوت مل جاتا، ابو بکر صدیقؓ کا شکر ادا کرتے[36]۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب کوئی واقعہ پیش آتا اور اسے کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ پاتا تو سارے فقہاء کو جمع فرماتے اور ان سے مشورہ کرتے[37]۔

ایک دفعہ ایک بوڑھیا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آئی اپنی میراث کا پوچھ رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا '' مالک فی کتاب اللہ شئ وما علمت لک فی سنۃ نبی اللہ ﷺ شیئاً فارجعی حتیٰ أسأل الناس فقال المغیرہ بن شعبہؓ فانفذہ لھا ابوبکر صدیقؓ ''۔ پھر ایک دفعہ ایک دوسری جدہ عمر بن خطابؓ کے پاس آکر اپنی میراث لینی چاہی تو انہوں نے فرمایا '' مالک فی کتاب اللہ شئ وما کان القضاء الذی قضیٰ بہ إلا لغیرک وما أنا بزائد فی الفرائض ولکن هو ذلک السدس فان اجتمعتما فیہ فھو بینکما و أیتکما ما خلت بہ فھو لھا ''[38]۔

احکام فقیہ کے اصول چار ہیں:

اوّل کتاب اللہ، دوم سنۃ رسول اللہ ﷺ، سوم اجماع، چہارم قیاس

حضرت ابو بکر صدیقؓ پہلے صحابی ہیں جنہوں نے یہ چار اصول متعین کئے اور یہی اصول متقدمین کی تصریحات سے مستخرج ہیں[39]۔

چھ صحابہ کرام جو آپس میں فقہ کا مذاکرہ کرتے وہ یہ ہیں: علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، ابو موسیٰ اشعری، عمر، زید اور ابن مسعود[40]۔

حضرت عمرؓ اپنی زندگی میں حضرت ابو بکرؓ کے طریقے پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں پاتے تھے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلوں کو دیکھتے تھے اگر ان کا کوئی فیصلہ موجود نہیں ہوتا تھا تو پھر صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر دیتے تھے۔ جب تمام کی رائے ایک بات پر جمع ہو جاتی تو اس پر فیصلہ سنا دیتے تھے[41]۔

حضرت عمرؓ نے قاضی شریح کو خط لکھا ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ''اگر کوئی حکم کتاب اللہ میں پاؤں گے تو اس پر فیصلہ کرو کسی دوسری طرف مت جاؤ۔ اگر ایسی چیز ہو جو کتاب اللہ میں تم اس کو نہ پاں تو سنت رسول پر عمل کرو اور اگر ایسی چیز جو سنت رسول میں تم

نہ پاؤ یعنی سنت رسول میں موجود نہیں۔ تو پھر اس پر فیصلہ کرو جس پر لوگ جمع ہوتے ہو یعنی جن پر لوگوں کا اجماع ہو۔ اگر ایسی چیز ہو کہ جس پر کسی کا قول بھی/اجماع بھی پہلے سے موجود نہ ہو تو پھر آپ کی مرضی اپنی رائے اختیار کرو اور اگر چاہے تو اس کا حکم کو متاخر کرو اور پہلی تاخیر میں آپ کے لئے بہتر سمجھتا ہوں[42]۔

اس زمانے کے مشہور مفتیان یہ ہیں: حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عبداللہ بن عثمان القرشی التیمیؓ، حضرت عمرؓ بن خطاب، حضرت علیؓ، عثمان بن عفانؓ عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ الاشعریؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ ہیں[43]۔

اسلامی فقہ دورِ تابعین میں

حضور علیہ السلام نے فقہاء، قرآء صحابہ مفتوحہ علاقوں میں بھیجے تاکہ ان کو دین، قرآن و سنت اور شریعت کے احکام سکھائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ، یمن اور بحرین کو صحابہ بھیجے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبلؓ کو شام کی طرف بھیجا[44]۔ عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ بھیجا[45]۔ جس کی تعلیمات کی وجہ سے کوفہ فقہاء اور قراء سے بھر گیا۔ جن کی تعداد چار ہزار سے متجاوز تھی۔ حضرت علیؓ جب کوفہ منتقل ہوئے تو یہ دیکھ کر فرمایا" اصحاب ابن مسعودؓ سرج ہذہ القریۃ "[46]۔

مدینہ منورہ میں سات مشہور فقہاء موجود تھے۔ صحابہ ان کی موجودگی میں قضاء و فتویٰ دیتے تھے۔ ایک دفعہ کسی آدمی نے ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ فلاں یعنی سعیدؓ کے پاس جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ کر آؤ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور فرمایا" الم اخبرک انہ احد العلماء "اور ابن عمرؓ نے فرمایا" لو رأی رسول اللہ ﷺ ہذا لسرہ " چنانچہ اکابر و تابعین صحابہ کے سامنے دین میں فتوے دیتے تھے[47]۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ اور ان کے رفقاء کا علمائے حرمین کو احادیث میں زیادہ ثقہ جانتے تھے اور دوسرا یہ کہ ان کے آراء کو ترجیح دیتے تھے۔ دوسری جانب عراق میں حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے رفقاء حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو فقہ میں زیادہ اثبت سمجھتے تھے اور دوسرے علماء ان کی رائے اور اجتہاد کو غفلت دیتے تھے[48]۔

عہد تابعین میں فقہاء حجاز اور رفقہاء عراق کے درمیان تھوڑا سا اختلاف پیدا ہوا۔ چنانچہ حجاز اثر کو مقدم رکھتے تھے اور فقہائے عراق کی رائے کو مقدم رکھتے تھے۔ ان مسائل میں جن میں ان کے پاس کوئی نص موجود نہیں ہوتا تھا لیکن اس میں بھی محقق قول یہی ہے کہ کوئی ایسا امام نہیں ہے جس نے رائے سے نہ کیا ہو اور ایسا بھی کوئی امام نہیں ہے جس نے اثر کی اتباع نہ کی ہو لیکن اختلاف ان کا بعض جزئیات میں تھا۔ حالانکہ ان دو مدارس (حجاز و عراق) کے درمیان نزاع و اختلاف فقہی قوانین و نظریات کے ایجاد و استنباط کا ایک بڑا سبب بنا جو علمی بنیادوں پر دونوں جانبین کی طرف سے استوار تھے اور جن پر ان ماحول و واقعات کا اثر تھا[49]۔

تابعین کے زمانے کے مشہور مفتیان کرام

(۱) سعید بن المسیب ابو محمد سعید بن المسیب قریشی مخزومی مدنی (متوفی ۹۳ھ)[50]۔

(۲) عروہ بن زبیر بن العوام جو مشہور فقیہہ ہیں[51]۔

(۳) ابو بکر بن عبدالرحمن، مدینہ منورہ کے فقہاء مبعد میں سے ہیں (متوفی ۹۴ھ)[52]۔

(۴) سلیمان بن یسار الہلالی، مدنی، مولیٰ میمونہ، سات فقہاء میں سے شمار ہیں (متوفی ۱۰۷ھ) [53]۔

(۵) قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیقؓ، فقہائے مبعد میں سے ہیں بڑے تابعی ہیں [54]۔

(٦) نافع، ابورویم نافع بن عبدالرحمن بن ابی نعیم، المقری، المدنی، فقہاء وقراء مبعد میں سے ہیں اور اہل مدینہ کے امام تھے [55]۔

(۷) ابن شہاب زہری، محمد بن مسلم بن عبداللہ الزہری [56]۔

(۸) عامر بن شراحیل، الکوفی، کوفہ، بصرہ اور حجاز کے بڑے محدث تھے [57]۔

(۹) عبدالرحمن بن ابی لیلی، محمد نام تھا۔ بنوامیہ کے قاضی تھے۔ امام ابو حنیفہ سے پہلے وہ رائے سے فتویٰ دیتے تھے [58]۔

(۱۰) ابراہیم نخعی، ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قیسی الکوفی۔ حضرت علقمہ، مسروق اور الاسود سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت حماد بن ابی سلیمان کے استاد تھے [59]۔

(۱۱) حسن بصریؒ، عالم زاہد، عابد اور شہید تھے۔ خلافت حضرت عمرؓ میں پیدا ہوئے تھے [60]۔

(۱۲) محمد بن سیرین، الانصاری بڑے عابد تھے۔ روایت بالمعنی کے مخالف تھے [61]۔

(۱۳) عمر بن عبدالعزیزؒ بن مروان بن الحکم الاموی، امیر المؤمنین ہیں۔ ان کی والدہ ام عاصم بنت عمر بن الخطابؓ [62]۔

تدوین فقہ حنفی

امام ابو حنیفہؒ پہلے شخصیت ہیں جنہوں نے اس شریعت کے علم (فقہ) کو مدون کیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس کے لئے نہ تو ابواب اور نہ کتابیں مرتب کیں بلکہ اسی قوت فہم پر اعتماد کیا اور دلوں میں محفوظ کیا۔ انہوں نے منتشر علم کو ضائع ہونے سے بچایا [63]۔

امام ابو یوسفؒ نے "کتاب الخراج" وغیرہ لکھے اور امام محمد نے فقہ عراقی کامل مدون کیا۔ شیخ شہاب الدین مکیؒ (متوفی ۹۷۳ھ) نے لکھا ہے

> "انه اولاً یأخذبها فی القرآن فإن لم یجد فبالسنة فإن لم یجد فیقول الصحابة فإن اختلفوا أخذ بما كان أقرب إلى القرآن و السنة من اقوالهم ولم یخرج عنهم فان لم یجد لاحد منهم قولاً لم یأخذ بقولی احد من التابعین بل یجتهدوا كما اجتهدوا" [64]۔

شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے

> "واصل مذهبه فتاوى عبدالله بن مسعود رضى الله عنه وقضايا على رضى الله عنه و فتاوى وقضايا شريح وغيره من قضاه الكوفة فجمع ذالک مايسر الله" [65]

تقسیم المسائل

اوّل: مسائل الاصول ہیں۔ جو ظاہر الروایہ سے اخذ ہیں۔ جو صاحب مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب جن کو علماء ثلاثہ کہتے ہیں سے مروی ہیں۔ جب کہ ہر کتب ظاہر الروایہ امام محمد بن حسنؒ کی کتب ہیں جو تعداد میں چھ ہیں۔

(۱) الأصل جس کو مبسوط کہتے ہیں۔ (۲) الجامع الصغیر (۳) الجامع الکبیر (۴) السیر الصغیر (۵) السیر الکبیر (۶) الزیادات

ان مسائل کو حاکم محمد بن محمد الحنفی نے اپنی کتاب ''اسماء الکافی'' میں جمع کی ہیں اور امام سرخسی نے اپنی مشہور کتاب ''المبسوط'' میں شرح کیا ہے[66]۔

الثانی: وہ مسائل جو ان ائمہ حضرات سے غیر کتب ظاہر الروایہ میں منقول ہیں (جیسے کیسانیات ہارونیات، جرجانیات، رقیات وغیرہ) یہ سرا امام محمد بن الحسن کی تصنیفات ہیں۔

ثالث (فتاوی وواقعات): وہ مسائل جو متأخرین نے اصحاب ابی حنیفہؒ سے مستنبط کئے ہیں یا ان کے اصحاب سے جو ان ائمہ ثلثہ میں کوئی روایت نہیں پائی جاتی۔ اس میں پہلی کتاب النوازل لأبی اللیث سمرقندی ہے جس میں اس قسم کے فتاوی جمع کئے گئے ہیں[67]۔

اختلافِ فقہاء کے اسباب

مختصراً درجہ ذیل ہیں: (۱) اختلاف القراءت (۲) عدم الاطلاع علی الحدث اوالاثر (۳) ثبوت حدیث میں شک (۴) فہم نص میں اور تفسیر نص میں اختلاف (۵) اشتراک لفظ میں (جیسے لفظ قرء ہیں۔ (۶) تعارض الادلۃ (۷) عدم وجود نص کسی مسئلے میں (۸) قواعد اصولیہ میں اختلاف۔ جیسے روث (گوبر) کے بیع میں اختلاف شوافع غیر جائز اور احناف جائز سمجھتے ہیں۔ شوافع کے نزدیک قاعدہ جواز بیع الاعیان یتبع الطھارۃ اور احناف کے نزدیک قاعدہ (کل ما کان منتفعاً بہ جاز بیعہ)[68]۔

فقہ حنفی کے اہم مؤلفات

(۱) کتاب الھدایہ، علی بن أبی بکر المرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) (۲) المبسوط، محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۴۸۲ھ) (۳) بدائع الصنائع، علامہ ابو بکر بن مسعود الکاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) (۴) بحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) (۵) رد المختار علی در المختار، علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ) (۶) فتاوی عالمگیری، علامہ نظام الدینؒ (متوفی ۱۱۴۱ھ) (۷) مختصر اختلاف العلماء، ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) (۸) التجرید، ابوالحسن احمد بن محمد بن جعفر القدوری (متوفی ۳۲۸ھ) (۹) مختصر القدوری، للقدوریؒ (۱۰) کنز الدقائق، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن أحمد النسفیؒ (متوفی ۷۱۰ھ)

مذہب أحناف کے اصول

اوّل: تشریع اسلامی کے لئے قرآن اصل اوّل ہے۔ **دوم:** احکام شرعیہ کے لئے سنت نبویہ اصل ثانی ہے۔ **سوم:** اجماع۔ اس اصل ثالث پر امام ابو حنیفہؒ نے اعتماد کیا ہے۔ **چہارم:** اگر ان تینوں میں کوئی مسئلہ موجود نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ کے قول پر فیصلہ ہوتا اور اس میں بھی موجود ہوتا تھا تو پھر اجتہاد کرتے اور کسی حکم کا استنباط کرتے تھے۔ **پنجم:** امام ابو حنیفہؒ استحسان کے قائل ہیں۔ جس میں بندوں کے لئے آسانی ہوتی تھی۔ **ششم:** امام اعظمؒ عرف کو قیاس کے ساتھ تعارض کی شکل میں ترجیح دیتے تھے[69]۔ **ہفتم:** احناف احادیث آحاد پر اس وقت تک استدلال نہیں کرتے ہیں۔ جب تک ان میں مندرجہ ذیل شرائط موجود نہ ہوں۔

(۱)عدم مخالفہ خبر الاحاد للکتاب أوالسنۃ المشھورۃ[70]۔ (۲)سلف میں سے کسی نے اس خبر واحد میں طعن نہ کیا ہو۔ (۳)اگر خبر واحد کسی ایسے واقعے کے بارے میں ہو کہ جمع کثیر نے سننے کے باوجود روایت نہ کیا اور صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو، قابل قبول نہیں ہوگا[71]۔ (۴) خبر واحد سے عموم بلوی پیدا ہو قبول نہیں کیا جائے گا۔ جیسے حدیث الوضوء مما مسہ النار[72]۔ (۵)راوی اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرے۔ جیسے حدیث ولوغ الکلب فی الاناء یغسل سبعاً[73]۔ (۶)خبر واحد حدود و کفارات میں نہ ہو[74]۔ (۷)خبر آحاد کا تعلق عمل سے ہو نہ کہ اعتقادات کے باب سے[75]۔ (۸)خبر آحاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان عمل متوارث کے خلاف نہ ہو جیسے کہ إلا من ولی یتیماً لہ مال، فلیتجر فیہ، ولا یترکہ حتی تأکلہ الصدقۃ[76]۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے کچھ فرعی اور ثانوی اصول بھی ہیں جو ان مذکورہ اصول کی طرف راجع ہیں مثلاً:

(۱)قطعیۃ دلالۃ اللفظ العام کالخاص (۲)مذہب الصحابی علی خلاف العموم مخصص لہ (۳)کثرۃ الرواۃ لا تفید الرجحان (۴) عدم اعتبار مفہوم الشرط والصفۃ (۵)عدم قبول خبر الواحد فیما تعم بہ البلوی (۶)مقتضی الأمر الوجوب قطعا مالم یرد قرینۃ (۷) إذا خالف الراوی الفقیہ روانیہ بأن عمل علی خلافھا، فالعمل بما رأی لا بما روی۔ (۸)تقدیم القیاس الجلی علی خبر الواحد المعارض لہ۔ (۹) الأخذ بالاستحسان و ترک القیاس عند ما تظھر إلی ذلک حاجۃ[77]۔

خلاصۂ بحث

فقہ لغتاً فہم اور اصطلاحا فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کی ادلہ مفصلہ سے حاصل ہو لیکن صدر اول کے علماء نے اسم فقہ کا اطلاق سارے دین پر کیا ہے اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں فقہ کے مشتقات اس معنی میں استعمال ہوئے ہیں چنانکہ فقہ کی تاریخی نشات حضور علیہ السلام کی حیات ہی میں ہوئی اور صحابہ کرام و تابعین نے اسکے موضوع "مکلف کے افعال من حیث الحلہ والحرمہ ولاباحہ والفرض ولوجوب والمستحب" میں احکام کی ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث اجماع، قیاس) کو شریعت کا اساس بنایا۔ جن میں عدم حرج، تقلیل التکالیف اور تدریج فی التشریع جیسے اصول قائم کیے۔ اور مختلف نوازل و وقائع میں بہت سارے مفتی حضرات صحابہ و تابعین نے فتاوی فقہیہ لکھے۔

پھر عہد تابعین میں امام ابو حنیفہؒ پہلے شخصیت ہے جنہوں نے علم فقہ مدون کیا اور ابواب و کتب قائم کر کے دین کے اس منتشر علم کو ضائع ہونے سے بچایا اور ان کے شاگردوں نے فقہ عراقی مدون کیا اور تقسیم المسائل کیا۔

اول: وہ مسائل الوصول جو ظاہر الروایۃ سے اخذ ہے اور امام ابو حنیفہؒ و صاحبین سے مروی ہے۔

دوم: وہ مسائل جو ائمہ حضرات سے غیر کتب ظاہر الروایۃ میں منقول ہے۔

سوم: وہ جو متاخرین نے اصحاب ابی حنیفہ سے مستنبط کیے ہیں۔اور پھر اقوال (الثلاثہ) پر فتاوی کی ترتیب نقل کی گئی ہے پھر اختلاف فقہاء کے اسباب، فقہ حنفی کے اہم مولفات اور مذہب احناف کے اصول ذکر کیے گئے ہیں جس سے مذہب حنفیت کی خدمت و دفاع بطریق احسن ہو گی اور امت مسلمہ پر ان کی حقانیت مسلم ہو گی۔

حواشی وحوالہ جات

1 لسان العرب، للامام محمد بن مکرم ابن منظور المصری، مادہ فق، باب الھاد، فصل الفاء، دار صادر ۱۳۸۸ھ: ج۱۳/۳۶۰۔

2 افرات الموارد فی فصح العربیۃ والشوارد سعید الجوزی، (مادہ فقہ) منشورات العظمیٰ، ایران ۱۴۰۳ھ: ج۲/۲۹۰۔

3 کتاب التعریفات علی بن محمد الجرجانی (المتوفی ۸۱۶ھ)، مادہ نمبر ۱۵۹۸، دار الفکر بیروت۔

4 ترتیب القاموس للطاہر احمد الزاری، مادہ فقہ، دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۹ھ: ج۳/

5 نور انوار، شیخ احمد المعروف ملاجیون (المتوفی ۱۱۳۰ھ)، مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور، ص: ۲۷۔

6 التوبہ: ۱۲۲۔

7 ایضاً۔

8 النساء: ۷۸۔

9 بخاری فی الکتاب العلم، باب ماجاء، من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین، رقم الحدیث: ۴۴۶۹، رواہ مسلم فی الزکات، رقم الحدیث: ۱۷۱۹۔۱۷۲۱۔

10 طٰہٰ: ۲۷۔۲۸

11 معدن الحقائق شرح کنز الدقائق، مؤلف حنیف گنگوھی، مکتبہ دار الاشاعت اردو بازار کراچی۔

12 صحیح بخاری، کتاب العلم، باب آداب المسائل، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

13 تاریخ التشریع الاسلامی، علامہ خضری بک دار المعرفہ بیروت لبنان، المطابعۃ الثانیہ، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷م ؛ تاریخ الفقہ الاسلامی لمولانا تقی آمینی، الفصیل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص: ۴۵۔

14 الاعراف: ۱۵۷

15 بفتح الحاد والراء الفیق والتسرۃ، معجم لفظ الفقہاء لمحد رواس، دار النقاش، بیروت لبنان، ۱۴۳۷ھ، ص: ۱۵۷۔

16 تاریخ التشریع الاسلامی، ص: ۱۸۔

17 الاعراف: ۱۵۷

18 تاریخ التشریع الاسلامی، ص: ۱۹۔

19 النساء: ۲۸

20 الحج: ۷۸

21 البقرہ: ۱۸۵

22 المائدہ: ۱۰۱۔۱۰۲

23 البقرہ: ۲۱۹

24 بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان للمسافر: ۱/۱۶۲۔

25 البقرہ: ۲۱۹

26 النساء:۴۳

27 المائدہ:۵

28 اصول الحدیث، ڈاکٹر عجاج الخطیب، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م، دار الفکر بیروت، ص:۴۹۔

29 الفکر الأصولی، ڈاکٹر عبد الوہاب ابراہیم، دار الشرق، طبع اوّل، ۱۴۱۳ھ، ص: ۲۰۔

30 الفروق للقرافی، دار المعرفۃ بیروت: ۱/۲۰۵۔

31 اصول الحدیث، عجاج الخطیب، ص: ۳۵۔

32 النساء:۵

33 تاریخ التشریع الاسلامی، ص: ۲تا۵۔

34 اصول الفقہ وابن تیمیہ، رسالہ پی ایچ۔ڈی، ڈاکٹر صالح بن عبد العزیز، جامعۃ ازہر مصر، ص:۲۳۔

35 الفکر الاسلامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن الحسن الثعابی (متوفی ۱۳۷۶ھ)، مکتبۃ العلمیۃ، مدینہ منورہ، طبع اوّل، ۱۳۹۴ھ: ۲/۲۲۷۔

36 سنن دارمی، امام حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمان الدارمی السمرقندی (متوفی ۲۵۵ھ)، ج۱، حدیث: ۱۷۷، دار الکتاب العربیہ، بیروت لبنان۔

37 تاریخ التشریع الاسلامی، مناع خلیل القطان، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ، ص: ۱۲۷۔

38 سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۹۴، کتاب الفرائض، باب الجدۃ مکتبہ ملتان: ۲/۴۵۔

39 حجۃ اللہ البالغہ، باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرائ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ): ۱/119۔

40 الفاروق للعلامۃ الشبلی نعمانی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، ص: ۳۳۹۔

41 سنن الدرامی: ۱/۲۷۔

42 سنن الدرامی: ۱/۱۷۔

43 الاصابہ، ۴/۳۵۹؛ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ۳/۳۰۸۔۳۳۴؛ علی بن محمد المعروف ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ)، بیروت؛ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابی عمر یوسف بن عبد اللہ، دار الجیل بیروت، ۱۴۱۳ھ: ۱/۲۱۵۔

44 الفکر اصول، ص: ۴۰۔

45 مقدمہ ابن خلدون، مطبعہ مصطفی محمد مصر، ص: ۴۵۴۔

46 فقہ اہل العراق وحدیثھم، محمد زاہد الکوثری، تحقیق: عبد الفتاح ابو غدہ، طبع اوّل، ۱۳۹۰ھ، مکتبہ المطبوعات الاسلامی بیروت، ص: ۴۱۔

47 اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم الجوزی: ۱/۲۵۔

48 الفکر الاسلامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی للثعابی محمد بن الحسن الحجوی: ۱/۳۳۶۔

49 الفکر الاصولی، ص: ۴۵۔

50 تذکرۃ الحفاظ، امام ابو عبد اللہ شمس الدین محمد الذہبی (متوفی ۷۵۰ھ): ۱/۸۳۔

51 تقریب التہذیب، امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ)، حرف ع، مادہ ۴۵۶۱، دار الرشید سوریا، ۱۴۱۲ھ۔

52 وفیات الاعیان، احمد بن محمد ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)، منشورات الرضی، ایران: ۱/۲۸۲۔

53 وفیات الأعیان، ۲/۳۹۹؛ تقریب التہذیب، مادہ ۵۲۶۱۹۔

54 وفیات الأعیان، ۴/۵۹، تقریب مادہ ۵۳۹۲۔

55 وفیات الأعیان، ۵/۳۶۸ ؛تاریخ التشریع الاسلام، ص: ۹۱۔

56 تقریب التہذیب، ص: ۵۰۶ ؛تاریخ التشریع الاسلامی، ص: ۹۲۔

57 تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۲۷۹۔

58 الفہرست لابن ندیم، ص: ۲۸۵، ۲۸۶۔

59 تذکرۃ الحفاظ، ۱/۲۸۳۔

60 اسماء الرجال للخطیب تبریزی، ص: ۲۶۔

61 تقریب التہذیب، حرف م-ح، مادہ نمبر ۵۹۴۷۔

62 ایضاً، مادہ نمبر ۴۹۴۰۔

63 مناقب ابو حنیفہ، موفق ابن احمد مکی (متوفی ۵۶۸ھ)، مکتبہ اسلامیہ، ۱۴۰۷ھ، کوئٹہ: ۲/۱۳۶۔

64 کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابو حنیفہ النعمان، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ)، المطبقۃ المیمنیۃ، مصر ۱۳۱۱ھ، ص: ۲۹۔

65 حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلوی، باب اختلاف الصحابہ والتابعین فی الفروع کراچی، سطن: ۱/۳۵۶۔

66 کشف الظنون، ۲/۱۳۷۸، حاشیہ ابن عابدین، ۱/۷۰، ۱۳۸۶ھ، و أدب المفتی، ص: ۵۷۰۔

67 الفوائد البہیۃ، ص: ۱۷۰، کشف النظون، ۲/۱۹۸۱۔

68 مختلفۃ الروایۃ لفقیہ ابو اللیث سمر قندی، تحقیق: عبد الرحمان بن المبارک، مکتبۃ الرشید الریاض، طبعہ اوّل، ۱۴۲۶ھ: ۴/۱۹۸۲۔

69 نشر الحرف لابن عابدین، ص: ۸۴؛ رد المختار علی در المختار، ۱/۹۶، کوئٹہ۔

70 میزان الاصول، علاء الدین محمد بن احمد سمر قندی، تحقیق: محمد زکی عبد البر، مطبعۃ الدوحۃ الدیثۃ، قطر، طبع اولی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴م، ص: ۴۳۳۔

71 المغنی فی اصول الفقہ، عمر بن محمد الخبازی، تحقیق: محمد مظہر، مرکز البحث العلمی جامعہ ام القریٰ، ۱۴۰۳ھ، ص: ۲۰۸۔

72 ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، حدیث نمبر ۱۹۴۔

73 میزان الاصول، ص: ۴۴۵۔

74 ایضاً، ص: ۴۵۵۔

75 ایضاً، ص: ۴۴۵۔

76 ترمذی، کتاب الزکواۃ، باب ماجاء فی زکواۃ مال الیتیم، حدیث نمبر ۶۴۱۔

77 مناقب امام ابو حنیفہ و صاحبیہ للذہبی، ص: ۲۱۔